اشارات

(سیّد احمد قادری)

زندگی کا یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا' تو شوال کے پندرہ بیس دن گزر چکے ہونگے لیکن امید یہی ہے کہ ہم میں کا کوئی شخص یہ بھولا نہ ہوگا کہ ابھی رمضان المبارک کی جدائی کو زیادہ دن نہیں گزرے ہیں ـــــ جس طرح' شعبان کے مہینے میں رمضان کی اہمیت اور روزوں کے شرائط و حدود کی تذکیر اور ان پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شوال کے مہینے میں رمضان کی عبادات سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اس سے استفادے کی فکر اور اس کی تذکیر ہونی چاہیے۔

کاشتکار کی ان تھک محنت اور شب و روز کی نگرانی' زمین کے ایک سادہ ٹکڑے کو لہلہاتے ہوئے کھیت میں بدل دیتی ہے اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں غلے کی قیمتی فصل کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ بات سوچی بھی نہیں جاسکتی کہ فصل کی تیاری کے بعد کوئی کاشتکار اپنی محنت سے تیار کی ہوئی کھڑی فصل کو آگ لگادے گا' یا اسے برباد ہونے کے لیے یوں ہی بے کار چھوڑ دے گا۔ اس کاشتکار کے پاگل ہونے میں کیسے شبہہ ہوسکتا ہے جو فائدہ اٹھانے کے وقت' اپنے حاصل محنت میں خود آگ لگادے' یا اسے تہس نہس ہونے کے لیے بے کار چھوڑ دے۔

ماہ رمضان' نیکیوں کی فصل بہار اور ایک ایسا زرخیز موسم تھا جس میں نفلی عبادت' دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر تھی اور جس میں ایک فرض کی ادائگی دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے درجے میں تھی۔ رمضان میں اعمال صالحہ کے جو بیج آپ نے ڈالے تھے اور نیکی کی جو کاشت آپ نے کی تھی اس کی ایک فصل آخرت میں تیار ملے گی ان شاء اللہ۔ اور ایک فصل اسی دنیا میں تیار کھڑی ہے۔ آخرت کی فصل،

ہر نیکی کا وہ اجر ہے جو سلطان کائنات نے مقرر کیا ہے۔ ہر نیکی کے بدلے میں دس گنے سے سات سو گنے تک اور اس کے بعد جس قدر وہ چاہے۔ دنیا کی فصل اللہ کا وہ تقویٰ اور عمل کی وہ قوت ہے جو روزوں سے حاصل ہوئی۔ ظاہر ہے کہ پورے رمضان کے روزوں سے جو تقویٰ حاصل ہوا ہے اس سے استفادے کا وقت اب آیا ہے۔ قرآن میں ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوریٰ ۲)

جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس میں سے کچھ اسے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کے لیے جو کام کیے جاتے ہیں ان کو "آخرت کی کھیتی" اور جو کام صرف حصول دنیا کے لیے کیے جاتے ہیں انہیں "دنیا کی کھیتی" کہا گیا ہے۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں) کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اجر اخروی میں اضافہ کیا جاتا ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العلمین اپنے بندے کو عبادت واطاعت کے صلے میں مزید عبادت واطاعت کی توفیق واعانت سے بھی نوازتا ہے۔ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

نزدلہ فی حرثہ :- ای نقویہ ونعینہ علی ما ھو بصددہ ونکثر نماءہ ونجزیہ بالحسنۃ عشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف الی ما یشاء اللہ

نزدلہ فی حرثہ: یعنی بندہ جس چیز کے درپے ہے ہم اس میں اس کو تقویت پہنچاتے، اس کی اعانت کرتے اور اس کے نشو ونما کو بڑھاتے ہیں اور ہم ہر نیکی کے صلے میں دس گنے سے سات سو گنے تک اور پھر جس قدر اللہ چاہے اجر عطا کرتے ہیں۔"

جن لوگوں نے رمضان میں آخرت کی کھیتی کی ہے آخرت میں انہیں اجر وثواب کی فصل تیار ملے گی اور دنیا کی فصل بھی وہ چاہیں تو کاٹ سکتے ہیں۔ یعنی جو قوت انہیں حاصل ہوئی ہے اس کو اللہ کی سرگرم عبادت واطاعت میں استعمال کر سکتے ہیں وہ ارادہ وعزم کریں تو اللہ انہیں اپنی مدد سے ضرور نوازے گا۔

سورۂ شوریٰ کی اس آیت کریمہ میں طالب آخرت اور طالب دنیا کے درمیان متعدد وجوہ سے فرق اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے تو اس سے بڑا بے وقوف کوئی

اور نہیں۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نیکی کے کام' اجرِ آخرت کے بجائے صرف اجرِ دنیا کے لیے انجام دیے جائیں۔

سب سے پہلا فرق جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ طالبِ آخرت کا ذکر' طالبِ دنیا سے پہلے کیا گیا ہے حالانکہ اپنے وجود کے اعتبار سے دنیا پہلے اور آخرت اس کے بعد ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ طلب کرنے کی چیز آخرت ہے نہ کہ دنیا۔ اگرچہ آخرت کا وجود دنیا کے بعد ہے لیکن پھر اس کو فنا نہیں بلکہ بقائے دوام حاصل ہے اور دنیا فانی ہے۔ دنیا تو صرف اس لیے بسائی گئی ہے کہ یہاں انسان کو آزمایا جائے یہ دنیا نہ انسان کا حقیقی گھر ہے اور نہ یہاں کی زندگی ابدی زندگی۔ اس کی ابدی زندگی وہ ہوگی جو آخرت میں ملے گی اور حقیقی گھر وہ ہوگا جو آخرت میں ملے گا۔ ذکر و بیان کا یہ تقدم آخرت کی فضیلت و ترجیح پر دلالت کر رہا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ طالبِ آخرت کے بارے میں کہا گیا۔ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ (ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے) اور جو صرف دنیا کی کھیتی کا طلب گار ہو اس کے بارے میں کہا گیا۔ نُؤْتِہٖ مِنْھَا (ہم اس کی کھیتی میں سے "کچھ" اسے دیں گے) اس کے معنے یہ ہوئے کہ طالبِ دنیا کو اس کی پوری طلب نہیں دی جاتی بلکہ اس کا کچھ حصہ دیا جاتا ہے اور بعض حصے کا دیا جانا بھی ضروری نہیں بلکہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا
لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا
لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○
وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا
سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○
(رکوع ۲)

جو کوئی دنیا کا خواہش مند ہو اسے ہم یہیں دیتے ہیں۔ جو کچھ ہم چاہیں اور جس کے لیے چاہیں پھر اس کے مقسوم میں جہنم لکھ دیتے ہیں جس میں وہ داخل ہوگا۔ ملامت زدہ اور رحمت سے محروم ہو کر۔ اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے اور ہو وہ مومن' تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔

ان دو آیتوں نے وضاحت کی کہ دنیا طلبی کے نتیجے میں' دنیا عطا کرنا اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے طلب گار کو دنیا بھی نہ ملے اور وہ خسر الدنیا والآخرۃ (دنیا میں بھی

گھاٹا اٹھایا اور آخرت میں بھی) کا مصداق ہو اس کے مقابلے میں طالب آخرت کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی کھیتی میں اضافے اور اس کی پرخلوص و سرگرم سعی کی قدردانی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی مومن خلوص کے ساتھ آخرت کی کھیتی کرے اور پھر وہاں ناکام ہو۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ طالب دنیا و طالب آخرت کے اس فرق پر عقل بھی گواہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

وَاَقُوْلُ البرهان العقلی مساعد علی ما بینا وذالك لان من عمل للاٰخرة وواظب علی ذالك العمل فکثرة الاعمال سبب لحصول الملکات فکل من کانت مواظبته علی تلك الاعمال اکثر کان میل قلبه الی طلب الاٰخرة اکثر وکلما کان الامر کذالك کان ابتهاجه اعظم والسعادات اکثر وذالك هو المراد بقوله "نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ" واما طالب الدنیا فکلما کانت مواظبته علی اعمال ذالك الطلب اکثر کانت رغبته فی الفوز بالدنیا اکثر ومیله الیها اشد واذا کان المیل ابدا فی التزاید وکان حصول المطلوب باقیا علی حالة واحدة کان الحرمان لازما لا محالة (تفسیر کبیر جلد ۷)

اور میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کے فرق کی تائید دلیل عقلی بھی ہے اور یہ اس لیے کہ ہر وہ شخص جو آخرت کے لیے عمل کرے گا اور پابندی سے کرے گا تو اعمال کی کثرت حصول ملکات کا سبب بن جائے گی پس ان اعمال پر جس شخص کی مواظبت (پابندی) زیادہ ہوگی تو اسی نسبت سے طلب آخرت کی طرف اس کے قلبی میلان میں بھی اضافہ ہوگا اور جب معاملہ یہ ہوگا تو اس کی مسرتیں اور خوش نصیبیاں بھی زیادہ ہوں گی اور اللہ کے قول "نزد لہ فی حرثہ" سے مراد یہی ہے۔ رہا طالب دنیا تو جب اس کی مواظبت (پابندی) طلب دنیا کے اعمال پر زیادہ ہوگی تو یقیناً دنیوی کامیابی ہی میں اس کی رغبت بڑھے گی اور اس کا میلان شدید ہوگا اور جب میلان ہمیشہ بڑھتا رہے اور حصول مطلوب ایک ہی حالت پر قائم رہے تو محرومی لازمی ہوگی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ "نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ" کا یہ وعدہ جب ہر مہینے اور ہر موسم کے لیے ہے تو ماہ رمضان کے موسم بہار میں یہ کچھ اور بڑھ چڑھ کر ہی ہوگا۔ اجر آخرت بھی زیادہ اور دنیا میں حصول تقوے اور توفیق عبادت بھی زیادہ۔ شرط یہ ہے کہ رمضان میں حاصل کی ہوئی قوت کو خود ہی بے کار نہ کر دیا جائے۔

طالب آخرت اور طالب دنیا کے درمیان تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلے کے بارے میں یہ کہا گیا کہ ہم اس کی آخرت کی کھیتی میں اضافہ کریں گے لیکن یہ بات نہیں کہی گئی کہ اللہ اسے دنیا عطا کرے گا یا نہیں۔ اس معاملے میں یہ آیت بالکل خاموش ہے اور طالب دنیا کے بارے میں پوری صراحت سے یہ بات کہہ دی گئی کہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا وہاں وہ قطعاً محروم و بے نصیب رہے گا اور یہ صراحت دونوں کے درمیان عظیم تفاوت پر دلالت کرتی ہے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ کیا گیا کہ آخرت اصل اور دنیا اس کے تابع ہے جس نے اس کو پا لیا وہ بقدر ضرورت تابع کو بھی ضرور حاصل کرے گا اور جو بات یہاں اشارۃً نکل رہی ہے وہ سورہ نحل میں بصراحت کہی گئی ہے:-

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل ر ۱۳)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ آخرت کے طالب کی دنیا بھی نہیں بگڑتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ طالب آخرت کو وہ دنیا میں بھی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی بسر کرائے گا۔

چوتھے فرق کی توضیح یہ ہے کہ آخرت "نسیہ" (ادھار) ہونے کے باوجود قابل ترجیح اور افضل ہے اور دنیا نقد ہونے کے باوجود مرجوح اور حقیر ہے حالانکہ لوگ عام طور سے نقد کو ادھار پر ترجیح دیتے ہیں وہ کہتے ہیں اَلنَّقْدُ خَيْرٌ مِّنَ النَّسِيْئَةِ (نقد ادھار سے بہتر ہے) اس آیت میں اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ احوال آخرت اور احوال دنیا کی نسبت سے یہ قضیہ الٹ گیا ہے، وہ یوں کہ آخرت ادھار ہونے کے باوجود دنیا سے بہتر ہے، اس لیے کہ آخرت کو دو خصوصیتیں حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں کمی اور گھاٹے کا کوئی سوال نہیں، ہر نعمت ترقی پذیر ہی ہوگی اور دوسری یہ کہ وہ دائمی اور ابدی ہے وہاں کی نعمتیں کبھی ختم اور فنا نہ ہوں گی۔ ان دو خصوصیتوں کی وجہ سے آخرت ہی افضل و اکمل ہے اور دنیا اگرچہ نقد ہے لیکن ہمیشہ مائل بہ نقصان ہے اور پھر ایک دن بالکل فنا ہو جائے گی۔ اس لیے یہ آخرت کے مقابلے میں حقیر و رذیل ہے۔ معلوم ہوا کہ احوالِ آخرت اور احوالِ دنیا میں کوئی مناسبت نہیں ہے دنیا اور آخرت کی چیزوں میں محض نام کا اشتراک ہے۔

پانچویں بات لفظ "حرث" میں پوشیدہ ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں کے لیے اس لفظ کا استعمال بتا رہا ہے کہ اخروی منافع ہوں یا دنیوی دونوں میں کوئی بھی فی الحال موجود نہیں ہے بلکہ دونوں کے حصول کے لیے

کھیتی ضروری ہے اور کھیتی ایک پُر مشقت کام ہے جب تک انسان بیسیوں قسم کی زحمتیں برداشت نہ کرے کسی کھیت سے فصل حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ آخرت دائمی مکمل اور ترقی پذیر ہے اور دنیا عارضی، ناقص اور انحطاط پذیر — جب بات یہ ہے اور مشقت بہرحال برداشت ہی کرنی ہے تو ہم یہ مشقت آخرت کے لیے کیوں نہ برداشت کریں۔ دنیا کے لیے اپنی جان کیوں کھپائیں جو عارضی، ناقص اور حقیر ہے اگر آخرت پر یقین ہو تو سلامتیِ عقل و ہوش کے ساتھ کوئی شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

طالبِ دنیا و طالب آخرت کے درمیان جن امتیازات و فروق کی طرف سورۂ شوریٰ کی یہ آیت رہنمائی کرتی ہے اس کا بڑا حصہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور ان کی تفسیر راقم الحروف کے سامنے ہے۔

رمضان کے روزوں، تراویح کی رکعتوں اور انتہائی سرد موسم کی سحر خیزیوں سے جو قوت حاصل ہوئی ہے اس سے استفادے کی صورتیں اور مواقع کیا ہیں۔ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ کارزارِ حیات کے ہر محاذ میں اور معاملاتِ زندگی کے ہر موڑ پر ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

شریعت کی مقرر کردہ تمام عبادتیں ہمیں جس بڑی عبادت کے لیے تیار کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں ہم خدا کی اطاعت کریں۔ اپنے قول و فعل سے حق کی شہادت دیں اور اپنی زندگی کا کل سرمایہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جد و جہد میں لگا دیں۔ انسانی زندگی متضاد اجزاء میں بٹی ہوئی نہیں بلکہ ایک کل ہے وہ الگ الگ خانوں میں منقسم نہیں بلکہ ایک وحدت ہے اور ایمان باللہ کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی اللہ کے حوالے کر دیں۔ رمضان کے روزے حصولِ تقویٰ کے لیے فرض کیے گئے ہیں اور تقوے کی حقیقت یہ ہے کہ اوامرِ الٰہی کی تعمیل کی جائے اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے۔ رمضان میں ہم نے قرآن سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ قرآن کا صرف ترجمہ بھی یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ یہ زندگی کا مکمل دستور و قانون ہے جو ہر شعبۂ حیات کے لیے احکام دیتا ہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔ قرآن رمضان ہی میں نازل بھی ہوا ہے اور روزے نزولِ قرآن کا شکریہ بھی ہیں۔ اب روزوں سے جو قوت حاصل ہوئی ہے اس کا صحیح ترین مصرف اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم خود قرآن پر عمل کریں اور دنیا کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، اسے پھیلائیں اور اس کے قوانین کی اقامت و تنفیذ کی جد و جہد کریں۔

پھر اس قوت اور اس مشق و تربیت سے جو ہم مسلمانوں نے رمضان میں حاصل کی ہے یہ فائدہ اٹھانا چاہیے

کہ پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ کریں جتنا ہم نے رمضان میں کیا ہے۔ تراویح کی بیس رکعتیں ترکِ آرام کا عادی بناتی اور عبادت میں سرگرمی کی مشق کراتی ہیں اس مشق سے کم از کم استفادہ یہ ہے کہ سال بھر تک پنج وقتہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہییں اور کوشش ہونی چاہیے کہ پہلی تکبیر بھی فوت نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ جماعتیں چھوٹنے لگیں یا فجر کی نماز فوت ہونے لگے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم نے اس قوت کو خود معطل کر دیا جو رمضان سے ہمیں حاصل ہوئی تھی۔

ہر روزہ دار نے صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کا حکم بجا لانے کے لیے پورے مہینے ایک مقررہ وقت تک حلال چیزیں بھی ترک کی ہیں۔ اب یہ بات کتنی افسوسناک ہوگی کہ کوئی روزہ دار مسلمان رمضان کی راتوں میں یا دوسرے مہینوں میں کسی حرام کا ارتکاب کرے۔ مثال کے طور پر مومن روزہ دار جب اپنے خشک حلق میں پاکیزہ اور حلال پانی کا ایک قطرہ بھی جانے نہیں دیتا تو پھر یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ وہ گندے اور حرام مشروبات نوشِ حلق کرنے لگے یا جب وہ خدا کے حکم سے اپنی حلال بیوی سے قربت ترک کر دیتا ہے تو پھر یہ کتنی تعجب انگیز اور قابل شرم بات ہوگی کہ وہ اجنبی اور حرام عورتوں سے آلودہ ہو۔ روزہ سے ضبط نفس اور قوت ارادی کی جو عظیم قوتیں حاصل ہوتی ہیں ان کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ حرام سے ہمیشہ کے لیے اجتناب کیا جائے۔

رمضان المبارک کی عبادتی سرگرمیاں ہمیں ایک اور نعمت کی طرف پوری اہمیت کے ساتھ متوجہ کرتی ہیں اور وہ ہے اسلامی اجتماعیت کی نعمت، طلوع صبح صادق سے پہلے تمام روزہ دار مسلمان کھانے پینے سے رک جاتے ہیں اور غروب آفتاب کے بعد سب کے سب کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ابھی پوری آسودگی بھی حاصل نہیں ہوتی کہ موذن کی ندا انہیں نماز کی طرف پکارتی ہے۔ پھر کھا پی کر ابھی آرام بھی کرنے نہیں پاتے کہ نماز عشاء کا بلاوا آجاتا ہے اور پھر تراویح کی مزید رکعتوں اور استماع قرآن کا مرحلہ آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وتر کی رکعتیں بھی جماعت ہی سے ادا کی جاتی ہیں۔ یہ باجماعت وتر بھی رمضان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ پورے مہینے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک حاکم علی الاطلاق کے تابع فرمان ہیں اور اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم ہے۔ صرف انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی۔ یہ اسلامی اجتماعیت کا کتنا موثر سبق ہے۔ اب اگر ہم رمضان کے بعد اسے بھول جاتے ہیں تو ایک عظیم نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

زندگی رامپور
جلد ۳۸
شمارہ ۲
شوال المکرم ۱۳۸۶ھ
فروری ۱۹۶۷ء
مدیر:- سید احمد قادری
اشارات سید احمد قادری ۲